Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-1(Jan-June, 2023)

ISSN: (2311-6552)

Published:
June 30, 2023

Responsible Use of Public Office and Resources, In the light of the Prophet's teachings

سرکاری مناصب اور وسائل کا ذمہ دارانہ استعمال تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

Dr Zahoor Ahmad Azhar
Principal (Rtd) Oriental College, Punjab University Lahore.

Abstract

The responsible use of public office and resources is a fundamental principle upheld by various societies worldwide. In the context of Islamic teachings, particularly those derived from the Prophet Muhammad's examples and sayings, this concept gains significant prominence. Prophet Muhammad emphasized justice, accountability, and stewardship in governance and resource management. His teachings underscored the importance of ensuring that public officeholders act with integrity, honesty, and transparency. Furthermore, he advocated for the equitable distribution of resources, prioritizing the welfare of the community over personal gain. These principles align with the broader Islamic concept of amanah, which refers to the responsibility and trust bestowed upon individuals in positions of authority. Therefore, adhering to the Prophet's teachings necessitates that public officials fulfill their duties conscientiously, uphold ethical standards, and utilize resources judiciously for the betterment of society. This abstract explores how Islamic principles, exemplified by the Prophet Muhammad's teachings, advocate for the responsible use of public office and resources, emphasizing accountability, integrity, and stewardship.

Keywords: Responsible use, public office, resources, Prophet Muhammad, Islamic teachings.

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-1(Jan-June, 2023)
ISSN: (2311-6552)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت وسنت ایک ایسی "کتاب" ہے، جو واضح اور روشن بھی ہے، آسان و قابل عمل بھی اور کامل و دستیاب بھی ہے۔ اسی لیے سیرت وسنت سے عبارت یہ "کتاب" مقدس وحیٔ ربّانی کی زبان میں "اُسوۂ حسنہ" بھی قرار پائی ہے۔ چنانچہ اسوۂ حسنہ قرار پانے والی یہ "کتاب" انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے اور ہمارے پاس ہر پہلو کے بارے میں پختہ اور واضح احکام بھی موجود ہیں۔ ان احکامِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی اگر سر فہرست نہیں، تو اوّلیت کا درجہ رکھنے والے احکام میں تو ضرورت اور اہمیت کے لحاظ سے بے حد نمایاں یقیناً ہے۔

حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ تعالٰی کے ان تین انبیائے کرام علیہم السلام میں سرِ فہرست اور بے حد نمایاں ہیں جو بیک وقت نبوت ورسالت سے بھی سرفراز فرمائے گئے اور دنیاوی بادشاہت سے بھی نوازے گئے۔ حضرت داؤد علیہم السلام اور ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہم السلام تو بنو اسرائیل کے اولوالعزم نبی تھے اور ان کی بادشاہت و حکمرانی بھی انہی تک محدود تھی، لیکن سیّدنا محمد مصطفی ﷺ خاتم الانبیاء اور قرآن کریم کی رُو سے ہی "مصدق الرسل" یعنی تمام نبیوں کی نبوت ورسالت کی تصدیق کرنے والے نبی اور رسول ہیں۔(1) اسی طرح آپ ﷺ کی بادشاہت بھی مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام رُوئے زمین کو محیط ہے، بلکہ اللہ جل شانہ نے تو "لولاک لما خلقت الافلاک" (اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں یہ نظامِ شمسی بھی تخلیق نہ کرتا) میں اعلان فرمادیا ہے۔ گویا آپ ﷺ کے اصولِ حکمرانی اور احکامِ نظام سب انسانوں کے لیے ہیں، بلکہ تمام انسانیت ان احکامِ نظام اور ان اصولِ حکمرانی کی محتاج ہے، اور گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے دیئے ہوئے وہ اصولِ حکمرانی اور احکامِ زندگی خود بخود طوعاً و کرھاً سب انسان اپناتے جارہے ہیں۔ اسی طرح گویا آپ ﷺ، رسولِ اوّلین و آخرین بھی ہیں اور کائناتِ ربانی کو اصولِ حکمرانی دینے والے بھی ہیں!۔۔۔ رُوحانی حکمرانی کے ساتھ ساتھ دنیاوی بادشاہت بھی آپ ﷺ کو عطا ہوئی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ کے دین میں دنیا و آخرت کو الگ الگ نہیں کیا گیا بلکہ رسولِ انسانیت و کائنات ﷺ نے سرکاری مناصب و وسائل سنبھالنے والوں سمیت تمام انسانوں تک یہ حکم ربانی پہنچادیا ہے کہ اپنے ربّ سے حسناتِ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی حسنات یا اچھائیاں اور حسنِ عمل کی توفیق مانگا کریں۔(2) یہ گویا سرکاری مناصب اور وسائل پر دست رَس پانے والوں کے لیے رسولِ دارین ﷺ کا پہلا حکم ہے کیونکہ سرکاری مناصب اور وسائل کا مالک ہونا بھی ایسی ہی آزمائش اور امتحان ہے جس سے ایک جج بننے والا اور قاضی کا منصب سنبھالنے والا دوچار ہوتا ہے اور جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص جج یا قاضی بنادیا گیا تو وہ گویا بغیر چھری کے ذبح کردیا گیا۔

اسی طرح جو سرکاری منصب پر فائز ہوتا ہے اور وسائلِ وطن کا مالک بن جاتا ہے، اسے بھی اپنے ربّ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اس آزمائش میں پورا اُترنے کے لیے توفیق مانگتے رہنا چاہیے۔ جو بھی اس آزمائش میں کامیاب ہوگیا، وہ دنیا و آخرت میں سرخ رُو اور فتح مند ہوگیا۔ اسی کو اللہ ربّ العزت نے "فوز عظیم" قرار دیا ہے۔(3)

سرکاری مناصب اور وسائل پر فائز ہونے والوں کو اس دعائے حسنہ کے بعد یہ بھی یقین کر لینا چاہئے کہ وہ ایک امانتِ وطن کے محافظ بنا دیئے گئے ہیں، اس کی حفاظت کے لیے انہوں نے دن رات کا آرام و سکون، ملک و قوم کی نذر کر دیا ہے، لیکن وہ دنیا میں نیک نامی حاصل کرنے کے علاوہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور بخشش کے بھی مستحق ہو گئے ہیں۔ مگر اس امانت میں خیانت کے ارتکاب اور اس کی کماحقہ حفاظت کرنے میں کوتاہی یا اس میں ناکامی کے باعث ملک و قوم کو ڈبونے کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا و آخرت بھی ہار گئے ہیں۔ دنیا کی نظر میں وہ "بددیانت" ہیں، مگر اپنے خدا کی نظر میں وہ "بدبخت" اور "بدانجام" قرار پاگئے ہیں! ۔۔۔ لیکن جو لوگ اس امانت کا تحفظ کرنے میں کامیاب ہو گئے، وہ اپنے وطن کے محافظ ہیں، ان کے لیے یہ کامیابی، نیک نامی بھی ہے اور آخرت میں "فوز عظیم" بھی ہے! ایسے لوگ قوم اور وطن کے معمار ہیں، وہ خود بھی زندہ ہو گئے اور اپنے وطن اور قوم کو بھی زندہ کر گئے۔

ذمہ داری کے ساتھ اپنے منصب اور ملکی وسائل کا تحفظ بھی جہاد فی سبیل اللہ سے کم نہیں! ایسے نیک کاموں کا اجر ضرور ملتا ہے، اگر کسی وجہ سے اہل وطن انسان، اس کا بدلہ دینے میں بھول یا کوتاہی کا شکار بھی ہو گئے تو ان کی یہ نیکی اللہ کے ہاں رائیگاں اور بے اجر نہیں رہے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ اعظم و اکبر میں یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ:

مَنۡ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهُۥ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ أَجۡرَهُم بِأَحۡسَنِ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ(4)

"جس مؤمن مرد یا عورت نے حسنِ عمل کا مظاہرہ کیا، اسے ہم پاکیزہ زندگی دیں گے اور اس کا اجر و ثواب اسے ہر صورت میں عطا ہو گا۔"

عرب کا مشہور شاعر "نابغہ ذبیانی" اس ارشادِ ربانی کی وضاحت کرتے ہوئے بڑی خوبصورت بات کہتا ہے کہ انسان کی نیکی کسی صورت میں بھی رائیگاں نہیں جاتی، اس نیکی کا بدلہ دینے میں بندوں سے اگر کوئی کوتاہی ہو بھی جائے تو بددل یا مایوس اور ناامید ہرگز نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اجر و ثواب دینے کے لیے ربّ جلیل جل جلالہ تو ہے۔ اگر لوگ کوتاہی کر بھی گئے تو قادرِ مطلق اور "علام الغیوب" تو ہے ہی! سب کچھ دیکھتا اور جانتا ہے، وہ تو ہر صورت میں اس کا اجر دے گا، نابغہ کہتا ہے:

وَلَا يَذۡهَبُ الۡعُرۡفُ بَيۡنَ اللّٰهِ وَالنَّاسِ(5)

"خدا اور خلقِ خدا کے ہوتے ہوئے نیک کام ضائع نہیں ہوتا۔"

خلقِ خدا اگر قدر کرنے یا بدلہ دینے میں کوتاہی کا شکار بھی ہو جائے، تو خدا کی ذات تو اس کی قدردانی اور اجر عطا فرمانے کے لیے موجود اور زندہ و پائندہ ہے ہی۔

دنیااور کائنات کا یہ نظام صرف صداقت اور امانت کے طفیل رواں دواں ہے، اس لیے سرکاری مناصب پر فائز ہونے والے اور بحر و بر کے وسائلِ زندگی کا تحفظ کرنے والوں کو یہ یقین بھی کرلینا چاہیے کہ صداقت وامانت اس نظام کی رُوح ہے اور اس کی بقا کی ضامن بھی ہے! اگر ہماری دنیا کے اصحاب، مناصب اور وسائل کے مالک صرف صداقت وامانت پر عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا میں امن بھی قائم ہو جائے اور سب انسانوں کو اطمینان بھی میسر آسکتا ہے، بلکہ امانت اور صداقت دو ایسی صفات ہیں جو نہ صرف یہ کہ انسانی شخصیت کا زیور اور کمال ہیں بلکہ آپس میں لازم وملزوم بھی ہیں۔ جہاں صداقت ہو گی وہاں امانت خود بخود موجود ہو گی، اور جہاں امانت ہو گی وہاں صداقت بھی خود بخود پائی جائے گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص امانت دار تو ہو مگر جھوٹا بھی ہو۔اسی طرح جھوٹا آدمی، امانت دار بھی کبھی نہیں ہو سکتا! یہ ہر دو صفات آج کی دنیا میں کاروبارِ تجارت اور مالیات کے نظام کی رُوح ہیں اور ستون کا کام دے رہی ہیں۔ایک ہستی نے تو صرف دس سال کے دوران میں ان دو صفات کی بدولت دس لاکھ مربع میل سرزمین کو فتح کرکے اس کا مقدر بھی سنوار دیا۔اس کے ساتھ ہی ہزاروں ایسے انسان بھی سنوار دیئے جنہوں نے آگے چل کر لاکھوں نہیں، کروڑوں انسانوں کا مقدر سنوار کر ایک بے نظیر انقلاب برپا کر دیا اور ایک ایسا بے مثال تمدن پیش کیا، جس کی آج بھی مثال پیش کی جاتی ہے! یہ انقلاب اور یہ تمدن، ایک ایسی ہستی کے طفیل وجود میں آیا، جن کے پاس صداقت اور امانت کی دو قوتیں تھیں، اور یہ ہستی اور یہ قائدِ انقلاب تھے ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔۔ان کے پاس نہ فوج تھی، نہ اسلحہ تھا اور نہ کوئی اَور وسیلہ یا طاقت تھی، وہ تو صرف صادق اور امین تھے۔اسی اخلاقی قوت ''صداقت وامانت'' سے انہوں نے دلوں کو فتح کیا۔مکی دَور میں ''دارِارقم'' میں اور پھر ہجرت کے بعد ''صفّۂ مسجد نبوی ﷺ'' میں انسانوں کی سیرت سازی کی، انہیں صداقت و امانت کے رنگ میں رنگ دیا، پھر اسی ''صداقت وامانت'' نے ان لوگوں کو بہادر، حوصلہ مند، ثابت قدم، ہنر مند اور مردِ میدان بنادیا کہ جو جدھر بھی گیا، کامیابی نے اس کے قدم چومے! ایک صادق وامین ﷺ نے اکیلے ہی یہ کارنامہ انجام دے دیا، یہی صداقت وامانت ان لاکھوں لوگوں کے دو ہتھیار اور زندگی کے دو ستون بن گئے اور تاریخ کا بے مثل انقلاب برپا ہو گیا۔ ''صداقت وامانت'' میں اتنی طاقت اور صلاحیت ہے۔

جب تک مسلمانوں میں صداقت وامانت کی طاقت رہی، وہ دنیا کے ہر مسئلے کا حل رہے! آج بھی اگر ہمارے سرکاری مناصب اور وسائل کے مالک کارکن اور ان کے لیڈر، اپنے اندر ''امانت وصداقت'' کی طاقت پیدا کرلیں تو ہم سب کچھ کر سکتے ہیں اور سب کچھ بنا بھی سکتے ہیں! صدق وامانت کے داعی اور علمبردار، رسولِ اوّلین وآخرین ﷺ نے پہلے خود مجسمِ صداقت وامانت بن کر عملی طور پر ثابت کیا کہ صداقت وامانت واقعی قوی ترین اور کامیاب ترین قوتِ محرکہ ہیں۔ پھر انسانوں کی ایک جماعت کو صداقت وامانت میں ڈھال کر اور بنا سنوار کر میدانِ عمل میں اُتارا تو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے ہنر اور کارگزاری کا مردِ میدان نکلا، اس نے جدھر کا رُخ کیا، منزل سامنے تھی، جو قدم اٹھایا وہ ثابت اور فتح مند تھا اور پھر سب انسانیت کو یہ تعلیم دی کہ :

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا(6)

”اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتاہیں کہ تمام امانتیں اور حقوق ان کے حقداروں تک پہنچاتے رہو۔“

آج دنیا بھر کا انسانی معاشرہ، خصوصاً ہمارے وطنِ عزیز کا انسانی معاشرہ دُور دُور تک خیانت اور بد دیانتی اور بے راہ روی کے ایک طوفان کی زد میں ہے۔ بے انصافی اور حق تلفی آج کا چلن بن گیا ہے، جس کے نتیجے میں بد امنی اور بے چینی ہر طرف عام ہو گئی ہے، لوگ امن اور سکون کو ترس گئے ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک نہیں رُک سکتا جب تک عدل وانصاف قائم نہیں ہوتا، اور عدل وانصاف کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک سرکاری مناصب پر فائز اور سرکاری وسائل پر براجمان لوگ ان مناصب اور وسائل کا استعمال عدل وانصاف کے ساتھ نہیں کرتے۔ ہمارے رسول اکرم ﷺ نے جو نظامِ زندگی عطا فرمایا ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ تم امن کی دُہائی دینے اور ”امن کی آشا“ بلکہ ”امن کی فاختہ“ کی تلاش میں مارے مارے پھرنے اور محض کھوکھلے نعروں کے بجائے ہر انسان کو اس کا حق دو، اس کی حق تلفیاں مت کرو اور سب کو انصاف دو تو معاشرے میں خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ جائے گی اور ہر طرف امن خود بخود قائم ہو جائے گا۔ بنیادی طور پر یہ ذمہ داری ان لوگوں کی ہے جو عوامی معاشرہ کی خدمت کے لیے سرکاری مناصب پر فائز ہیں، یا جن کے ذمے وسائل دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ ان مناسب اور وسائل کو اپنے اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جن کا یہ حق ہے ان کو یہ حق دینے کے بجائے دوسروں کو دے کر اصل حقداروں کو محروم کر دیتے ہیں اور یوں دنیا میں بے چینی اور بد امنی پھیل رہی ہے۔ یہ نتیجہ ہے اس رَوش کا، جو ذمہ دار لوگوں نے اپنا رکھی ہے، یہ غیر ذمہ داری اور مناصب یا وسائل کا غلط استعمال ہے، یہ ظلم اور حق تلفی کی رَوش ہے جو معاشرے میں بے چینی اور بد امنی کا باعث ہے۔ اصل کام سرکاری مناصب پر فائز اور رزق کے وسائل پر قابض لوگوں کو خبر دار کرنا بلکہ جھنجھوڑنا ہے کہ وہ ان مناصب اور ان وسائل کا غلط استعمال کر کے حق تلفیوں اور محروم کرنے کے مرتکب نہ ہوں، تو اس سے معاشرہ کو خود بخود امن اور چین نصیب ہو جائے گا اور امن کی فاختہ کی تلاش یا امن کی آشا کا نعرہ لگانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

سرکاری مناصب پر فائز ہونے والوں کو یہ احساس پوری شدت کے ساتھ ہونا چاہیئے کہ یہ مناصب انہیں معاشرہ کی خدمت کے نام پر عطا ہوئے ہیں اور جو تنخواہیں اور فوائد حاصل کرتے ہیں، یہ سب کچھ عوام الناس اور خلقِ خدا کا پیسہ اور ان کی امانت ہے۔ یہ عوام کے ٹیکس اور اس ملک کی زرخیز زمین کی پیداوار ہے جس کے اصل مالک عوام ہیں۔ اس لیے سرکاری مناصب پر فائز یا وسائل پر قابض لوگ اس سرزمین اور عوام کے خادم بھرتی کیے گئے ہیں، اس لیے ان کا کام ملک اور قوم کی خدمت ہے، وہ حاکم نہیں بلکہ سب کے خادم ہیں، ان کا کام ملک اور قوم کی خدمت ہے، ان سے خدمت لینا یا ان پر حکم چلانا نہیں! لیکن ان مناصب پر فائزین اور وسائل کے حاملین بھی اسی قوم سے، بلکہ اسی قوم کے فرزند ہیں۔ اس لیے فرزند ہونے کا حق بھی ادا کرنا ہے۔ اگر یہ فائزین اور یہ حاملین صرف انصاف سے کام لے لیا کریں اور کسی کی حق تلفی نہ کریں بلکہ ہونے بھی نہ دیں، تو بھی کافی ہے۔

انصاف صرف عدالتوں کا کام ہی نہیں بلکہ تمام حکومتی اداروں کا بھی کام ہے،ہر دائرے اور ہر ادارے میں منصفانہ کردار لازم اور ضروری ہے،اس لیے عدل وانصاف کا دائرہ بہت وسیع، بلکہ بے حساب وسیع ہے۔ کہیں بھی حق تلفی ہو، کسی کا بھی حق نہ دیا جائے تو اس کی دادرَسی صرف عدالتوں کا کام نہیں بلکہ سرکاری مناصب اور وسائل کے ہر مالک کا کام بھی ہے!۔۔۔ہر غریب آدمی کا تو عدالتوں تک پہنچنا بھی آسان نہیں،البتہ سرکاری افسر کا فرض ہے کہ وہ ہر غریب تک پہنچے،اس کا حق دلائے اور اسے انصاف دے! چہ جائیکہ وہ خود ہی یہ حقوق غصب کرنے لگ جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر سرکاری مناصب اور وسائل پر قابض لوگ اپنے فرائض ادا کریں اور اپنا خادمانہ کردار نبھانے لگ جائیں تو ملک و قوم کی خدمت کا فرض بھی ادا ہو جائے،عدل وانصاف بھی قائم ہو جائے گا اور ملک و قوم کا حق بھی ادا ہو جائے گا۔اگر ہر طرف حق کی ادائیگی اور اطمینان کا دَور دَور ہو جائے تو چاروں طرف امن ہی امن نظر آئے گا،جو ہر انسان کو مطلوب و مقصود ہے! سرکاری مناصب ووسائل پر قابض لوگ اپنی اپنی ذمہ داری پوری طرح نبھانے لگ جائیں(اور یہ ان کا منصبی فرض بھی ہے)تو سب مشکلیں آسان ہو جائیں،ساری آفت اختیارات کے غلط استعمال کی پیداوار ہے! ہر ذمہ دار افسر جب خود کو مطلق العنان بادشاہت سمجھنے لگے اور خود کو قوانین اور ضوابط سے آزاد سمجھنے لگے اور ناجائزاستعمالِ اختیار سے ملک اور قوم کے وسائل بے دریغ ضائع کرنا اپنا حق تصور کرنے لگے، تو چاروں طرف ظلم کا اندھیرا چھا جائے!۔۔۔وہ اندھیرا جسے عدلِ خداوندی نے نیست ونابود کر دینے کا فیصلہ فرمار کھاہے! محض چند ساعات کی ڈھیل ہی دی جاتی ہے جو دراصل آزمائش کے لیے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالم کارندوں کو ان کی بستی سمیت حرفِ غلط کی طرح محو کر دینے کا یوں اعلان فرمار کھاہے:

وَ إِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا(7)

''جب ہم(کسی ظلم کی) نگری کو برباد کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں(تو یہ ایسا وقت ہوتا ہے)جب اس نگری کے عیاش وبااختیار لوگ فسق وفجور میں حد سے بڑھ چکے ہوتے ہیں اور ہماری پکڑ کے صحیح معنی میں مستحق وسزاوار ہو چکے ہوتے ہیں۔چنانچہ ہم اس(ظلم کی نگری) کو ہی برباد اور ویران کر ڈالتے ہیں۔''

اپنی کائنات کے بارے میں اللہ ربّ العزت کا معمول اور سنت اللہ یہ ہے کہ وہ کسی پر کسی کے ظلم کو زیادہ دیر ڈھیل نہیں دیتا لیکن جب ظلم وتعدی قانونِ فطرت کی خلاف ورزی میں حد سے بڑھ جاتی ہے اور ظلم وتعدی سے مظلوم فریاد کرنے لگتے ہیں، تو قادرِ مطلق کی رحمت وشفقت، مظلوم کی فریادرَسی کو آتی ہے۔ظالموں کا پنجہ مروڑ دیا جاتا ہے اور وہ نمرود وفرعون کی طرح دنیا کی تاریخ میں سراپا مرقعِ عبرت بن کر رہ جاتے ہیں!۔۔۔لیکن سرکاری مناصب اور وسائل پر قابض اور ان کے غلط استعمال کے چھوٹے اور حقیر عادی تو خداوندی ناراضگی کے گرز برداشت کرنے کے قابل بھی نہیں رہتے۔مناصب اور وسائل پر غلط کار قابضین کو اللہ

تعالیٰ کے غیظ وغضب کا ایک شعلہ بھی بھون کر رکھ دیتا ہے۔اس لیے سرکاری مناصب پر فائز اور وسائل پر قابض غلط کاروں کو اس مواخذۂ ربانی اور غیظ وغضب سے ڈرتے رہنا چاہئے، قانون کی حدود میں رہتے ہوئے،عدل وانصاف کے تقدس کو پائمال کر کے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق تلف کرنے سے باز رہنا چاہیئے، کہیں ایسے نہ ہو کہ ان کی ظالمانہ غلط کاریاں حد سے بڑھ کر رُوئے زمین کو پراگندہ نہ کر دیں اور ان کے مظالم کا اندھیرا بڑھ کر دنیا کے لیے تاریکی کی دبیز چادر نہ بن جائے۔بے انصافی اور حق تلفی قانونِ قدرت کو ہر گز گوارا نہیں! ایسے میں مناصب پر لوریاں سننے والے اور وسائل کے غلط استعمال کو شیرِ مادر سمجھنے والے، خدا کی لاٹھی کی آواز بھی نہ سن پائیں گے کہ وہ تو ہمیشہ بے آواز ہوتی ہے، لیکن کسی رات کو کسی صبح کو یا دن کے کسی بھی لمحے میں اللہ تعالیٰ کا غیظ وغضب ظالموں کو آن لے گا اور اس کی بے آواز لاٹھی سب کا کچومر نکالنے کے لیے آن پہنچے گی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (8)

"ہر امت کے لیے ایک میعاد (مقرر) ہے، جب ان کی (مقررہ) میعاد آ پہنچتی ہے تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی یہ پکڑ، یہ غیظ وغضب اور یہ بے آواز لاٹھی طوفانی بارشوں کی شکل میں آتی ہے، کبھی ہولناک سیلاب بن کر آتی ہے، کبھی سونامیوں کے رُوپ میں آتی ہے، کبھی وباؤں اور ناقابل علاج بیماریوں کے رنگ میں آتی ہے اور کبھی عالمی جنگوں کی تباہ کاریوں اور انسانوں سمیت ہر رطب ویابس کو بھسم کر دینے کا انداز لیے ہوتی ہے،اور اگر اب کے (خوانخواستہ) عالمی جنگ ہوئی تو کائنات ارض وسما کو ایٹمی جہنم بنانے کے لیے ہو گی،انسانوں سمیت کسی رطب ویابس کا بچنا تو اَن سنی کہانی ہے،ایسے میں تو کوئی جانور اور کوئی رطب ویابس اپنی شکل دکھانے اور وجود ثابت کرنے کے لیے بھی نہیں ہو گی اور یہ نتیجہ ہو گا ظالموں کی بدکاریوں کا، مناصب اور وسائل کے ناجائز استعمال کا۔۔۔ مگر یہ بے آواز لاٹھی آئے گی ضرور،اور اس سے بچے گا کوئی بھی نہیں!۔۔۔اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق، غالب و قاہر کی غیرت یہ گوارا ہی نہیں کر سکتی کہ اس کی زمین کو ظالم اپنے ظلم سے بندوں کو ستاتے رہیں اور مظلوموں کا کوئی ہو ہی نہ! حالانکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدائی تعلیمات کا اعلان تو یہ ہے کہ:

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ(9)

"اس آفت و مصیبت سے ڈرتے رہا کرو جو تم میں سے صرف (مناصب اور وسائل کے غلط استعمال کرنے والے) ظالموں کی پکڑ اور سزا کے لیے آئے گی،اور یقیناً آئے گی،اور یہ بھی جانتے رہو کہ اللہ تعالیٰ تو شدید مواخذہ کرنے والے ہیں۔"

آٹے کے ساتھ گھن کا پسنا تو قانونِ قدرت ہے! اللہ تعالیٰ کے انصاف کی بے آواز لاٹھی کسی کو بھی سنائی نہیں دیتی! اس کی نظر میں ظالم اور مظلوم دونوں برابر ہو جاتے ہیں! ظالم، ظلم کرنے کی وجہ سے اور مظلومین چپ چاپ ظلم

سہتے جانے کی وجہ سے! اس نے وسائل سے کسی کو بھی محروم نہیں کیا! ہاتھ پاؤں اور عقل و نظر سب کو دی ہے! مظلوم نے ظالم کا ظلم سہنے کی بجائے اس کا پنجہ مروڑنے کی کوشش کیوں نہیں کی! اگر چیونٹی ہاتھی کو اور مچھر نمرود کو بے آرام کر کے مار سکتا ہے تو مظلوم انسان اپنی حق تلفی کا دفاع کرنے کے لیے ظالم سے اُلجھنے کی ہمت بھی کر سکتا ہے، فرمایا:

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔(10)

"نہ ظلم کرو اور نہ ہی اپنے آپ پر ظلم ہونے دو۔"

اسی حقیت کو اظہر من الشمس کرتے ہوئے ربّ جلیل جل جلالہ نے ہجرتِ فی سبیل اللہ کے فرض کو جو قرآن کریم کا آفاقی نظریہ ہے، مزید عیاں کرتے ہوئے اسے تعلیماتِ مصطفی ﷺ کا جزوِ لازم ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ہجرت فی سبیل اللہ سے کنی کترانے والوں کو بطور سرزنش فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا o إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَاءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا۔(11)

"وہ لوگ (جو جہاد اور ہجرت فی سبیل اللہ سے بچتے اور کنی کتراتے ہوئے کافروں کے درمیان ہی رہنے لگتے اور خود پر ظلم برداشت کر لیتے ہیں) ان کی وفات کے وقت فرشتے ان سے سوال کرتے ہیں کہ تم کیا کرتے رہے ہو؟ اور وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو یہاں کمزور اور بے بس تھے۔ فرشتے پوچھتے ہیں: اگر تم یہاں کمزور و بے بس تھے تو اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں ہے، تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کی پناہ جہنم ہے جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے! ہاں مگر وہ مرد، عورتیں اور بچے جن کے پاس کوئی چارہ نہ تھا، نہ رستہ معلوم تھا تو امید ہے کہ ایسے لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والا بخش دینے والا ہے۔"

ظلم سہنے والا مسلمان اللہ تعالیٰ کو ہر گز پسند نہیں! جو ظالم کو روکنے کے لیے اس کا پنجہ مروڑنے کے بجائے اس کے ظلم کے سامنے جھک جاتا اور چپ ہو جاتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ رسول اللہ ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ:

المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف(12)

"کمزور مسلمان سے، طاقتور مسلمان افضل ہے۔"

سرکاری مناصب پر فائز ہو کر وسائل کو غلط استعمال کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-1(Jan-June, 2023)
ISSN: (2311-6552)

مردود ہیں، وہ خلق خدا کے دشمن ہیں، حقدار لوگوں کا پیٹ کاٹ کر جو اپنے اقارب اور پسندیدہ لوگوں کے پیٹ بھرتے ہیں وہ خود اپنے لیے اور ان کے لیے بھی دوزخ کا ایندھن بننے کا سامان کر رہے ہیں۔ حق تلفی کر کے اپنا اور اپنوں کا پیٹ حرام سے بھرتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں دوزخ کی آگ بھرتے ہیں! یہ لوگ کرپشن اور بددیانتی کے دروازے کھولتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ ایسے خائنوں کو مسترد کر کے ہمیشہ کے لیے ملعون قرار دے دیتے، بلکہ کوئی بددیانت کسی طرح زکوٰۃ کی وصولی کا عہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا، وہ جب زکوٰۃ کے جانور وصول کر کے مدینہ واپس آگیا تو خراب اور ردی جانور بیت المال میں پیش کر دیئے اور بہترین مال الگ کر لیا اور کہنے لگا کہ لوگوں نے جو مال بیت المال کے لیے دیا تھا، وہ جمع ہو گیا ہے مگر یہ کچھ مال ہے جو انہوں نے مجھے تحفے میں دیا تھا، اس لیے میں اسے گھر لے جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے رسولِ صادق و امین ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: بھئی! کیا وہ لوگ تیرے دوست یا تیرے باپ کے ممنونِ احسان تھے؟ کہا کہ نہیں! تو پھر کیا یہ ممکن ہے کہ اگر حکومتی منصب کے بغیر ان کے پاس جاتے تو بھی تجھے عمدہ مال کے تحائف پیش کریں؟۔۔۔ بات اب سب پر کھل چکی تھی کہ وہ شخص بددیانتی اور خیانت کا مرتکب ہوا ہے، اس نے اپنے منصبی اختیارات کے غلط استعمال سے رشوت بٹوری ہے اور مال زکوٰۃ کی وصولی میں بہت بڑا گھپلا کر کے نہ جانے اس نے بیت المال کو کتنا نقصان پہنچایا ہے۔ سرکاری منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے زکوٰۃ دینے والے بددیانت، عوام کو کتنے فوائد پہنچا کر سرکاری وسیلۂ آمدنی کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہو گا! اس لیے حکم ہوا کہ اس بددیانت منصب دار کے یہ تحائف ضبط کر کے بیت المال میں جمع کرا دیئے جائیں اور یہ "نالائق افسر" مردود و ملعون قرار پا کر ہمیشہ کے لیے نااہل بھی قرار دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ایسی منصب داری، ریاست سے غداری اور بدترین سزا کی مستوجب تھی۔ اقرباء پروری اور دوست نوازی کے لیے کرپشن اور رشوت خوری آج کی دنیا کی طرح اُس زمانے کی بھی پرانی بیماری تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ اس انسانی معاشرہ کے پرانے کینسر کو بھی مسترد کر کے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں کو ملعون اور دوزخی قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

الراشي والمرتشي كلاهما في النار (13)

"رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں ہی دوزخ میں ہوں گے۔"

یہ اس لیے ہے کہ دونوں ہی حرام خور اور بددیانت ہیں، اس لیے سزا میں بھی دونوں یکساں ہیں! قرآن کریم اسی کو باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے سے تعبیر کرتا ہے۔

تاریخِ انسانی کا قدیم ترین، ہر طرح محفوظ اور دنیا کا سب سے پہلا تحریری آئین (14) جو رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کو دیا ہے، اس میں بھی منصب داروں کے امانت دارانہ کردار پر زور دیا گیا ہے اور ہر فرد رعایا کو تین چیزوں کے تحفظ کے ضمانت دی گئی ہے: یعنی جان، مال اور آبرو۔ (15)

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-1 Issue-1(Jan-June, 2023)
ISSN: (2311-6552)

سرکاری مناصب اور وسائل کے تحفظ کی جو ضمانت رسول اللہ ﷺ نے دی ہے،اس کی مثال اور عملی نمونہ ہمیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ہاں ملتا ہے جنہیں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بجا طور پر پانچواں خلیفہ راشد قرار دیتے اور مانتے تھے،کے بارے میں لکھا ہے کہ کچھ لوگ رات کے وقت ان کے پاس آئے تو وہ چراغ کی روشنی میں سرکاری کام کر رہے تھے،انہوں نے وہ چراغ بجھاتے ہوئے دوسرا چراغ لانے کا حکم دیا۔کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ پہلا چراغ سرکاری تھا جو صرف سرکاری کام کے لیے تھا،اب آپ سے ملاقات میرا نجی معاملہ ہے اس لیے چراغ بھی میرا اپنا ہی چلے گا۔

اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہے جو سرکاری چیز کو نہایت بے رحمی اور بے دردی سے یہ کہہ کر استعمال میں لاتے ہیں کہ کوئی پروا نہیں یہ تو سرکاری ہے۔گویا ہر سرکاری چیز کو بے دریغ تصرف میں لایا جاتا ہے۔مگر محب وطن اور زندہ قومیں سرکاری چیزوں کو یوں بے رحمی و بے نیازی سے تصرف میں نہیں لاتیں۔

حوالہ جات

1۔ سورہ آل عمران 81:3
2۔ سورہ البقرہ 201:2
3۔ سورہ یونس 64:10
4۔ سورہ النحل 79:12
5۔ نابغہ ذبیانی،دیوان نابغہ ذبیانی، دارالکتاب العربی،چاپ اوّل،بیروت،1991ء،ص 32
6۔ سورہ النسآء 58:4
7۔ سورہ بنی اسرائیل 16:17
8۔ سورہ یونس 49:10
9۔ سورہ الانفال 52:8
10۔ سورہ البقرہ 279:2
11۔ سورہ النسآء 97:4۔98
12۔ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب القدر، باب الإِيمَانِ بِالْقَدَرِ وَالْإِذْعَانِ، حدیث نمبر:6774
13۔ داؤد، سنن ابی داؤد، كِتَاب الْأَقْضِيَةِ، باب فِي كَرَاهِيَةِ الرِّشْوَةِ، حدیث نمبر:3580
14۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، انڈیا، 1994ء، ص 251
15۔ ایضاً